مدینہ کی شہری ریاست کے اِبلاغی خدوخال

Communication features of civic state of Madina

ڈاکٹر محمد ریاض (1)

Abstract

Medina is considered as foremost base for the orchestration of Islamic state. It was the state where Islam grew up and successfully approached to neighboring countries. Being a Muslim, It is true believe that all sort of deeds related to living standard were performed in known as Islamic State. It includes the way of ruling, war and military codes, the political tides, hair-splitting of economics, religion and society. Considering Medina as classic society, relatively the main task was carried out which known as "Preaching", "Communication" or "Publication". The society of Medina used to enjoy all sort of communications such as:

Verbal: Radia and TV is alike of it. Whereas, sermons, mutual negotiation and general assembly speeches fall under this example.

Functional: The picture of practical precedent of Hazrat Muhammad (ﷺ) and among his followers can be observed in today's news and talk-shows.

Speeches: All course of actions which were held during the ruler of Islamic State (Muhammad ﷺ), the listeners of today's world can be put in this category.

The above examples are equivalent to the presently mediated communication. The research study investigates the media being practice in the Medina city.

مدینہ مسلمانوں کے ریاستی عمل کا اولین منبع ہے۔ یہاں پر اسلام پھلا پھولا اور دیگر ممالک تک رسائی حاصل کرنے میں کامیاب ہوا۔ بطور مسلمان ہمارا دعویٰ ہے کہ اسلامی ریاست سے معروف اس شہر میں زندگی کے تمام تر طور طریقے انجام دیئے گئے۔ من جملہ طرزِ حکمرانی کے اصول، جنگی و دفاعی رُموز، سیاسی مدوجزر، اقتصادیات و معاشیات کی باریکیاں، مذہب و سماج کی نشاندہی جیسے اُمور اس شہری ریاست کی خاص نشانیاں ہیں۔ بطور نمونہ اس شہری ریاست میں ایک اور اہم کام انجام دیا جاتا تھا

(1) استاذ شعبہ علوم اسلامی، جامعہ کراچی

جس کو ہم شرعی اور عرفی اصطلاح میں تبلیغ، ابلاغ اور ابلاغیات کا نام دیتے ہیں۔ مدینہ کی شہری ریاست میں ابلاغیات کی تمام اقسام ہمیں نظر آتی ہیں جیسا کہ

(۱) قولی: ریڈیو، ٹی وی کے ہم مثل، جبکہ خطبات، باہمی گفت و شنید اور مجمع عام کی تقاریر وغیرہ بھی اس نوع کی مثالیں ہیں۔

(۲) فعلی: پیغمبر اسلام ﷺ اور آپ کے ساتھیوں کے عملی نظائر جس کی شبیہ آج کی دنیا میں خبریں اور پروگرام پیش کرنے والے حضرات میں دیکھی جا سکتی ہے۔

(۳) تقریری: وہ تمام تر اُمور جو اسلامی ریاست کے سربراہ (پیغمبر اسلام ﷺ) کے سامنے انجام دیئے گئے، آج کی دُنیا میں سامعین کو اس نوع میں شامل کیا جا سکتا ہے۔

جیسی قسموں کو آج کے میڈیائی ماحول سے مطابقت پیدا کرتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ اُس وقت کی شہری ریاست میں ابلاغیات کے تمام تر نمونے موجود تھے۔ زیرِ نظر مقالہ میں مدینہ کی شہری ریاست میں رائج ابلاغی خدوخال کی ایک جھلک پیش کرنے کی کوشش کی گئی ہے۔

کلیدی الفاظ:

مدینہ، شہری ریاست، ابلاغ، خدوخال، مذہب و سماج، ابلاغیات

تاریخ اسلام کا ایک طالب علم اس بات سے بخوبی واقف ہے کہ مدینہ کی شہری ریاست میں تحریر و تقریر سے لے کر عملی ابلاغیات سے استفادہ کرنے کی پوری کیفیت موجود تھی۔ مختصر سی مدت میں ریاستی ابلاغ کا منفرد اور مثالی نظم و ضبط کا مظاہرہ ہوا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی ذاتی زندگی سے لے کر مدینہ کے ایک عام آدمی (مسلمان) تک ابلاغیات کا تسلسل آج تاریخ کے اوراق میں جابجا نظر آتا ہے۔ بیعت اولیٰ و عقبیٰ جیسے سماجی معاہدات کے بعد پیغمبر اسلام ﷺ نے جس شخص کو اپنا نائب ،معلّم اور مبلغ بنا کر یثرب (مدینہ) بھیجا وہ حضرت مصعب بن عمیر تھے۔ جبکہ ان کے نائب کے طور پر حضرت ابن اُم مکتوم کا نام آتا ہے۔(۱) ان دونوں حضرات کا مقصد، ہدف اور ذمہ داری لوگوں کو اسلام کی تعلیمات سے روشناکرانا اور وحی الٰہی (قرآن مجید) کی جزئیات جو انہیں پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے ودیعت کی گئیں تھیں، کی تفسیر، تشریح و ترسیل تھا۔ بنیادی طور پر مصعب بن عمیر اور ابن مکتوم اسلامی ریاست کے اولین مبلغ بھی ہیں، صحافی بھی ہیں اور نامہ نگار بھی ہیں۔ صحافی اور نامہ نگار اس لئے ہیں کہ یہ دونوں حضرات مدینہ کی تمام تبلیغی مصروفیات سے پیغمبر اسلام ﷺ کو وقتاً فوقتاً مطلع کرتے رہتے تھے۔ تحریری ابلاغ کا واضح ثبوت ان کے خطوط جو انہوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے نام لکھے تھے، سے عام ملتا ہے۔ جبکہ تقریری ابلاغ کی مثال اجتماعات میں ان کے خطبات تھے۔ گویا اسلامی ریاست کی تشکیل سے قبل ہی مدینہ کی حدود میں

ابلاغیات کا رواج عام ہو چکا تھا۔ تحریری ابلاغ کا دائرہ کار اگرچہ فرد سے فرد تک ہی محدود تھا لیکن اس کی افادیت وسیع تر معنوں میں بیان کی جاسکتی ہے۔ جبکہ اس کے مقابلے میں تقریری ابلاغ کی وسعت اور افادیت بالکل نمایاں تھی۔ یہ تقریری ابلاغ کا ہی اثر تھا کہ تین سال کے مختصر عرصے میں مدینہ کی اکثریت اسلامی ریاست کی رعایا بن گئی جس کی عملی شکل پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد کے بعد نمودار ہوئی تھی۔ علامہ شبلی نعمانی نے لکھا ہے کہ " دو گھرانوں کے سوا بقیہ تمام گھرانوں نے اسلام قبول کیا۔"(۲) البتہ یہ بات محلِ نظر ہو سکتی ہے کیونکہ اوس و خزرج جنہوں نے اسلام قبول کر لیا تھا، کے علاوہ مدینہ میں یہودی کی ایک بڑی تعداد آباد تھی۔ تین مشہور قبائل بنو نضیر، بنو قریظہ اور بنو قینقاع کے علاوہ درجن کے قریب دیگر یہودی قبائل بھی آباد تھے۔(۳) یہ مسلّمہ بات ہے کہ یہودی کی اکثریت اسلام کی طرف ملتفت نہیں ہوئی۔ اس لئے یہ قرار دینا کہ اسلام کے اولین مبلغین کی بھرپور محنت کے نتیجے میں پورا کا پورا مدینہ اسلام لا چکا تھا، مقامی یہودیوں کے وجود کو نظر انداز کرنے کے مترادف ہوگا۔ یہ بات بھی قابلِ غور ہے کہ حضرت مصعب بن عمیر اور ابن اُم مکتوم کی ابلاغی خدمات عمومی تھی۔ ان کا رویہ اختصاصی نہ تھا۔ اوس و خزرج کے قبولِ اسلام کے نتیجے میں قائم ہونے والے تعلقات ان کے تبلیغی اہداف کی تکمیل میں سنگ میل کی حیثیت رکھتے تھے۔ لہٰذا ان دونوں قبائل کی طرف سے فراہم کردہ اخلاقی و مالی معاونت کا تقاضا تھا کہ ابلاغیات کا دائرہ کار بڑھایا جائے اور مدینہ کے ہر فرد تک اسلامی تعلیمات پہنچائی جائے۔ انہوں نے تحریر و تقریر ہر دو صورت کو بروئے کار لایا۔ فرد سے اجتماع تک ان کی تبلیغات مسلسل جاری و ساری رہیں۔ چند افراد کے سوا یہودیوں کی طرف سے اسلام قبول نہ کرنے کی حقیقت اپنی جگہ تاہم اسلامی ریاست کے اولین مبلغوں نے اپنی ذمہ داری نبھانے کی بھرپور کوشش کی۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد ابلاغی اداروں میں وسعت آگئی۔ تحریر و تقریر، تعلیم و تعلّم، وعظ و نصیحت جیسے اُمور فرض کی حد تک انجام دیئے جانے لگے۔ چونکہ تحریر و تقریر کا رواج پیغمبر اسلام ﷺ کی آمد سے قبل ہی ہو چکا تھا اس لئے اس عنصر میں مزید جدت پیدا کی گئی۔ جبکہ تقریری ابلاغ کا زیادہ تر رواج نماز جمعہ کے خطبات، یومیہ نمازوں سے قبل یا اختتام پر ہونے لگا۔ خاص طور پر پیغمبر اسلام ﷺ سے مسائل کے استفتاءات اور پھر ان کے جوابات، عملی و قولی ابلاغیات کے بھرپور مظاہر ہیں۔ مجموعی طور پر مدینہ کی شہری ریاست میں درج ذیل ابلاغی عناصر موجود تھے:

1. تحریری اِبلاغ (مطبوعہ صحافت)
2. تقریری اِبلاغ (برقیاتی ابلاغ کے مثل)
3. عملی و کرداری اِبلاغ (مشاہداتی ابلاغ)

اسلامی ریاست میں تحریری ابلاغیات کا اولین منبع ان خطوط کو قرار دیا جاسکتا ہے جو حضرت مصعب بن عمیر اور حضرت اُم مکتوم نے بطور مبلغ پیغمبر اسلام ﷺ کو لکھے تھے۔ ان خطوط میں انہوں نے اپنی تبلیغی مصروفیات سے

پیغمبر اسلام ﷺ کو آگاہ کیا تھا۔ پیغمبر اسلام ﷺ کی مدینہ آمد کے بعد تحریری ابلاغیات کا دوسرا بڑا نمونہ میثاقِ مدینہ کی دستاویز ہے۔ یہ دستاویز (اخبار) مدینہ کے یہودی، مشرکین اور مسلمانوں کے درمیان معاہدے کی صورت میں ترتیب پائی۔ اس دستاویز میں بھی ابلاغی کیفیات اور دین اسلام کے تیز ترین پھیلاؤ کا پورا پورا خیال رکھا گیا ہے۔(۴) میثاقِ مدینہ کو "الکتاب" اور "الصحیفہ" بھی کہا جاتا ہے۔(۵)

صلح حدیبیہ میں بھی پیغمبر اسلام ﷺ کی طرف سے تحریری ابلاغ کی واضح مثال نظر آئی۔ اگرچہ اس معاہدے کا تعلق مسلمان اور مشرکین مکہ سے تھا تاہم اس کی تحریر مسلمانوں (علی) نے کی اور معاہدے میں نمایاں طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کا تذکرہ کیا گیا۔(۶) مقدماتی طور پر صلح حدیبیہ کے دوران باہمی بات چیت کے کئی دور ہوئے۔ قریش مسلسل اس بات پر بضد تھے کہ پیغمبر اسلام ﷺ اس سال چلے جائیں اور اگلے سال حج کے لئے آئیں۔ ان کی طرف سے اولین نمائندہ جو پیغمبر اسلام ﷺ سے گفتگو و شنید کرنے آیا وہ عروہ بن مسعود الثقفی تھا۔ پیغمبر اسلام ﷺ سے بات چیت کرنے کے بعد واپس قریش کی طرف لوٹا اور مشاہدہ کئے ہوئے واقعات کی رپورٹنگ یوں کی:

"ای قوم، واللہ لقد وفدت علی الملوك، ووفدت علی قیصر و کسر و النجاشي، واللہ ان رایت ملیکا قط یعظمه اصحابه مایعظم اصحاب محمد"(۷)

اے میری قوم! میں نے بادشاہوں کے دربار دیکھے ہیں، میں قیصر و کسریٰ اور نجاشی کے درباروں میں بھی گیا ہوں، لیکن خدا کی قسم کھا کر کہتا ہوں کہ میں نے ایسا بادشاہ (حکمران) نہیں دیکھا جس کے ساتھی اس کی اتنی زیادہ عزت کرتے ہوں جتنی محمد (ﷺ) کے ساتھی ان کی عزت کرتے ہیں۔

صلح حدیبیہ کے بعد اسلامی ریاست کی تبلیغی ہیئت ایک نئے انداز میں داخل ہوگئی۔ ریاست کے سربراہ نے پہلی بار اسلام کو عالمی سطح پر متعارف کرانے کا فیصلہ کیا۔ اس سلسلے میں جس ابلاغی منہج کو بروئے کار لایا گیا وہ تحریری ابلاغ تھا۔ تبلیغی مہم کی اہمیت کا اندازہ اس بات سے لگایا جاسکتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے ایک ہی دن میں مختلف ریاستوں کے سربراہوں شاہ حبشہ، قیصر روم، کسریٰ (خسرو) پرویز، شاہ مصر، شاہ بلقاء اور شاہ یمامہ کے نام چھ خطوط لکھے۔(۸)

عمومی طور پر یہ بیان کیا جاتا ہے کہ پیغمبر اسلام ﷺ نے دنیا کے اہل اقتدار کی طرف خطوط بھیجنے کا سلسلہ صلح حدیبیہ کے بعد شروع کیا تاہم یہ بات تحقیق طلب ہے۔ اکثر مورخین نے ذکر کیا ہے کہ ہجرتِ حبشہ کے وقت پیغمبر اسلام ﷺ نے حضرت جعفر بن ابی طالب کے ہاتھ بادشاہ حبشہ کے نام ایک خط بھی روانہ کیا تھا۔ اس خط کے مندرجات اور طرزِ اسلوب بالکل انہی خطوط کی طرح ہے جو آپ (ﷺ) نے صلح حدبیہ کے بعد مختلف بادشاہوں کو لکھے تھے۔ دونوں ادوار

کے خطوط میں یکسانیت اس بات کی نشاندہی کرتی ہے کہ آپ (ﷺ) نے تبلیغی خطوط بھیجنے کا سلسلہ نبوت کے آغاز میں ہی کیا تھا۔ حبشہ کے بادشاہ نجاشی کو بھیجے گئے خط کے مندرجات یہ تھے:

□: من محمد رسول الله الى النجاشي الأصحم صاحب الحبشة سلام عليك. انى احمد اليك الله الملك القدوس المومن المهيمن، و اشهد ان عيسى بن مريم روح الله و كلمته ألقاها الى مريم البتول الطيبة الحصينة. فحملت بعيسى، فخلقه من روحه و نفخه كما خلق آدم بيده و نفخه فيه، و انى أدعوك الى الله وحده لا شريك له، و الموالاة على طاعته. و ان تتبعني و تؤمن بي و بالذى جاء ني فانى رسول الله قد بعثت اليكم ابن عمي جعفر بن أبي طالب، معه نفر من المسلمين. فاذا جاؤوك فأقرهم و دع التجبر فانى أدعوك و جيرتك الى الله تعالىٰ، و قد بلغت و نصحت. فاقبلوا نصيحتي والسلام على من اتبع الهدى(۹)

شروع اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے: یہ خط محمد رسول اللہ (ﷺ) کی طرف سے حبشہ کے بادشاہ نجاشی الاصحم کے نام ہے۔ اللہ آپ کو سلامت رکھے، میں خدا بزرگ و برتر کی حمد ادا کرتا ہوں جس کے سوا کوئی معبود نہیں جو قدوس اور سلام ہے، امن دینے والا محافظ و نگران ہے۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ اللہ نے عیسیٰ روح اللہ اور اپنے کلام کو اس کی طیبہ و طاہرہ والدہ کے جسم میں اتارا تھا۔ حضرت مریمؑ خدا کے حکم سے اسی طرح حاملہ ہوئی تھیں جیسے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدمؑ کو بغیر ان کے جوڑے کے پیدا کیا تھا۔ میں تمہیں اللہ کی طرف بلاتا ہوں جس کا کوئی شریک نہیں اور اس کی اطاعت کی دعوت دیتا ہوں۔ اگر تم میری بات مانتے ہو تو مجھے اللہ کا نبی بھی مانو اور خدا کے اتباع پر آمادہ ہو جاؤ۔ میرا چچازاد جعفر بن ابی طالب ص مسلمانوں کی ایک جماعت کے ہمراہ آپ کی پناہ میں آیا ہوا ہے۔ امید ہے تم ان کی اور ان کے ہمراہیوں کی پذیرائی حسبِ دل خواہ کرو گے اور اپنی قوم کو خدا کی پیروی کا حکم دو گے۔ جب میرا پیغام اور میری نصیحت تمہیں پہنچے تو تم اسے قبول کرو، جس نے اللہ تعالیٰ کی اطاعت کی اس پر سلام ہو۔

الفاظ کے معمولی فرق کے ساتھ دیگر خطوط میں بھی یہی مضمون نظر آتا ہے۔ البتہ سطور بالا میں درج کئے گئے خط میں خدا کی وحدانیت کے علاوہ حبشہ ہجرت کرنے والے مسلمانوں کی حفاظت کو یقینی بنانے کی تاکید نظر آتی ہے۔ عمومی طور پر

ان خطوط میں اسلام قبول کرنے کی صورت میں بشارتوں کا تذکرہ ہے جبکہ اس کی مخالفت کو امر الٰہی کی مخالفت قرار دیا گیا ہے۔ اپنی رسالت کا بھی پیغمبر اسلام ﷺ نے تقریباً ہر خط میں ذکر کیا ہے۔

ابن جوزیہ کے نزدیک کم و بیش چودہ قاصدوں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے خطوط مطلوبہ ریاستوں کے سربراہوں تک پہنچائے۔(۱۰)ابن خیاط (متوفی ۲۴۰ھ) نے ان قاصدوں کی تعداد ۱۲ لکھی ہے جن کے نام درج ذیل ہیں:

① حضرت عثمان بن عفان کو حدیبیہ کے سال مکہ کے باشندوں کے پاس

② حضرت عمرو بن امیہ صمری کو ایک تحفہ کے ساتھ مکہ، ابوسفیان بن حرب کے پاس

③ حضرت عروۃ بن مسعود ثقفی کو طائف، اپنے خاندان کے پاس

④ حضرت جریر بن عبد اللہ کو یمن، ذی کلاع اور ذی رعین کے پاس

⑤ حضرت وبر بن یحنس کو یمن میں ایرانی سرداروں کے پاس

⑥ حضرت خبیب بن زید بن عاصم کو مسیلمہ کذاب کے پاس جو مسیلمہ کے ہاتھوں قتل ہوا

⑦ حضرت سلیط بن سلیط کو یمامہ کے باشندوں کے پاس

⑧ حضرت عبد اللہ بن خدافہ سہمی کو بادشاہ ایران کسریٰ کے پاس

⑨ حضرت دحیہ بن خلیفہ کلبی کو قیصر، روم کے بادشاہ کے پاس

⑩ حضرت شجاع بن ابی وہب اسدی کو، حارث بن ابی شمّر غسانی یا جبلۃ بن ایہم کے پاس

⑪ حضرت حاطب بن ابی بلتعہ کو مقوقس، اسکندریہ کے حکمران کے پاس

⑫ حضرت عمرو بن امیہ ضمری کو نجاشی حبشہ کے پاس(۱۱)

پیغمبر اسلام ﷺ کے ان قاصدوں کو جدید ابلاغی زبان کی رو سے رپورٹرز (مبلغ) کہنا اس لئے مضائقہ نہیں ہے کہ یہ حضرات خطوط کی ترسیل کے ساتھ متعلقہ سربراہِ ریاست کے سامنے اوامر و نواہی کے فرائض بھی انجام دیتے تھے۔ گویا یہ خطوط اور قاصد پیغمبر اسلام ﷺ کے حالات سے متعلق خبر اور مخبر (خبر دینے والا) تھے۔ خطوط کے آغاز میں محمد (ﷺ) کے ساتھ رسول اللہ کا لاحقہ اس بات کی وضاحت تھی کہ یہ خط ایک ایسے شخص کی طرف سے ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے متعین ہو چکا ہے۔ بعد ازاں خطوط کے مندرجات اسلام کی بزرگی، نجات اور بشارت جیسے پر کیف الفاظ سے مزین ہوتے تھے اور اس بات کو ظاہر کرتے تھے کہ موجودہ دنیا کے علاوہ ایک دوسری دنیا کا وجود بھی ہے جس کی خبر بذریعہ جبرائیل پیغمبر اسلام ﷺ کو مل چکی ہے اور اب یہ خبر بادشاہان عالم تک پہنچائی جا رہی ہے۔ خبر کی تصدیق کی صورت میں نجات کی وعید تھی اور انکار کی صورت میں تمام تر ذمہ دار خود بادشاہ پر رکھی گئی تھی کہ وہ اپنا انجام خود بھگتے گا۔ خطوط کا لہجہ ایک طرف

نرمی کا پرتو تھا تو دوسری طرف اس بات کی بھی نشاندہی کی گئی تھی کہ اس خط کے مندرجات کو قبول کرنے کے علاوہ دوسرا کوئی راستہ نہیں۔ اسلامی ریاست کی یہ ابلاغی صنف اگرچہ تحریری تھی تاہم اس کے پیش کار (قاصد) تقریری ابلاغ کے حامل افراد تھے۔

اسلامی ریاست میں تحریری ابلاغ (مطبوعہ صحافت) کے مبتدئین مندرجہ ذیل افراد شمار کئے جاتے ہیں: حضرات ابو بکر بن قحافہ عمر بن خطاب، عثمان بن عفان، علی بن ابی طالب، زبیر بن عوام، عامر بن فہیرہ، عمرو بن عاص، ابی بن کعب، عبداللہ بن ارقم، ثابت بن قیس، حنظلہ بن ربیع، مغیرہ بن شعبہ، عبداللہ بن رواحہ، خالد بن ولید، خالد بن سعید بن عاص، معاویہ بن ابو سفیان، زید بن ثابت (۱۲) یہ تو وہ لوگ تھے جو پیغمبر اسلام ﷺ کے حکم سے کتابت کے فرائض انجام دیتے تھے۔ جبکہ پیغمبر اسلام ﷺ نے خود بھی اسلامی ریاست کے ایک اہم عنصر تحریری ابلاغ کے فروغ میں بھرپور کردار ادا کیا ہے۔ جیسا کہ اس بات کے مکمل ثبوت ہیں کہ آپ نے مختلف اوقات میں مختلف معاملات کے حوالے سے تحریری ابلاغ کے نمونے پیش کئے ہیں۔ اسلامی ریاست کی فلاح وبہبود کے لئے ضروری اموال (صدقات) کی وصولی کے لئے آپ ﷺ کی تحریرات، ریاست کے غریب ونادار افراد کی کفالت کے لئے ضروری ٹیکس (زکوٰۃ) کی وصولیابی کی تحریریں، اہل یمن اور قبیلہ زہیر کے نام لکھے گئے قطعات جو خالصتاً اسلامی احکامات کی توضیح و تشریح جیسے امور پر مشتمل تھے، پیغمبر اسلام ﷺ نے خود تحریر کئے، اور اپنے ہاتھوں سے ایک ابلاغی عنصر کو پروان چڑھایا۔ (۱۳)

تقریری ابلاغیات کے نمونے بھی اسلامی ریاست میں بکثرت نظر آتے ہیں۔ نماز جمعہ کے خطبات، یومیہ نمازوں کے اختتام پر سوال وجواب کا دور، غزوات اور سریہ کی طرف لشکر کی روانگی سے قبل وعظ ونصیحت اور ہدایت پر مبنی تقاریر، تعلیم وترتیب کے سلسلے میں وضع کردہ نظام، جس میں اسلامی ریاست کے ایک فرد کو اس بات کا پابند کر دیا گیا کہ وہ یا تو عالم (جاننے والا) بنے یا متعلّم (جاننے کی جستجو کرنے والا) (۱۴) عالم اور متعلّم کی تنظیمی ہیئت کو متعین کرنے کے بعد یہ وضاحت سامنے آئی کہ عالم کی ذمہ داری تعلیم وترتیب کی تھی اور متعلّم کی ذمہ داری تعلیم و تربیت کی طرف ملتفت ہونے کی تھی۔ دوسرے لفظوں میں عالم ابلاغی اداروں کا سا فریضہ انجام دیتا تھا جبکہ متعلّم سامعین اور ناظرین کی ضرورت کو پورا کرتا تھا۔ یوں ریاستی حدود میں مُبلِّغ اور مُبلَّغ دونوں کی ترکیب موجود تھی۔ عام طور پر پیغمبر اسلام ﷺ کے خطبات وعظ و ارشاد، عمال صالحہ کی ترکیب، حلال وحرام کی تشریح اور اوامر ونواہی کے بیانات پر مشتمل تھے جبکہ آپ ﷺ کے بعض خطبات خاص مواقع سے تعلق رکھتے تھے۔ جیسے نماز جمعہ کے خطبات، نماز عیدین کے خطبات اور غزوات کے خطبات شامل ہیں۔ پیغمبر اسلام ﷺ کے تمام خطبات میں خطبہ حجۃ الوداع کو مرکزی حیثیت حاصل ہے۔ خطبے کے مخاطبین اگرچہ اس اجتماع میں موجود لوگ تھے لیکن اس میں بیان کردہ پیغام کا اطلاق ہر زمانے کے انسان پر کیا جا سکتا ہے۔ یہ اپنے زمانے کا سب

سے بڑا، کثیر الجہت اور براہِ راست ملاحظہ کیا جانے والا پروگرام تھا اور اس نشریات کے ناظرین و سامعین ایک لاکھ سے زائد افراد تھے۔

اسلامی ریاست میں رائج ابلاغی عناصر میں سے تیسرا بڑا عنصر پیغمبر اسلام ﷺ کا عمل اور کردار تھا۔ ریاست کے سربراہ کی حیثیت سے آپ کی ذات مرکزِ نگاہ تھی اور لوگ آپؐ کے عمل کو بغور جائزہ لیتے تھے۔ آپؐ کی سیرت پر لکھی گئیں کتابیں اس بات کی علامت ہیں کہ پیغمبر اسلام ﷺ کا یہ ابلاغی پہلو جامع ہونے کے ساتھ ساتھ لوگوں کے لئے تقلیدی نوعیت کا تھا۔ زندگی کی باریک سے باریک بات بھی مشاہدہ کرنے والوں سے نہ چھپ سکی۔ وقائع نگاروں نے پیغمبر اسلام ﷺ کے ہر عمل کو قلمبند کیا اور جدید ابلاغی زبان میں ہر ہر پہلو کی رپورٹنگ کی۔ چلتے پھرتے، کھاتے پیتے، سوتے جاگتے اور اسلامی احکامات کی بجاآوری کرتے ہوئے پیغمبر اسلام ﷺ کی زندگی ایک نمونہ کی سی تھی۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی آپؐ کی شخصیت بطور ابلاغی رہبر زندہ وجاوید ہے اور اس کے پس پردہ وہ سہ جہتی پہلو تھا جس کی وضاحت ہم نے تحریری، تقریری اور عملی ابلاغ کی صورت میں کی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ اسلامی ریاست کی باقاعدہ تنظیم و ترتیب کے بعد ان تینوں پہلوؤں کے اظہار کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے اس جگہ کا انتخاب کیا جو آج کی تاریخ میں تبلیغی آماجگاہ کے طور پر جانی جاتی ہے۔ یعنی مسجد، یہ جگہ تحریری ابلاغ کا مسکن بنی، تقریری ابلاغ کا مسکن بنی اور عملی ابلاغ کا مسکن بنی۔ اس بات سے انکار ممکن نہیں کہ اسلامی ریاست کے تربیتی و تبلیغی ادارہ کی حیثیت سے مسجد کو اولین مقام حاصل رہا۔ فیصلے یہاں ہوئے، تقریروں کا مسکن مسجد بنی، سوال وجواب کا سیشن مسجد میں ہوا، پیغمبر اسلام ﷺ کو احکام الٰہی بجالاتے ہوئے اسی مسجد میں دیکھا گیا۔ مختلف وفود کی آمد مسجد میں ہوئی، مذاکرات و معاہدات کی دستاویز بھی اسی جگہ قلمبند کی گئی۔ خصوصاً مسجد نبوی پیغمبر اسلام ﷺ کے لئے ایک امتیازی حیثیت رکھتی تھی اور اس کی خصوصیت کے لئے یہ بات کافی ہے کہ:"والنبی یراعی أحکام الباری فیه(۱۵) اللہ کے نبی نے احکامِ خداوندی کی تبلیغ یہی سے شروع کی۔""مسجد ہی کی طرح ایک اور مقام ریاستی سربراہ کی نگاہ میں بہت اہمیت رکھتا تھا۔ تاریخ اسلام میں اس ادارہ کو"الصفہ" کے نام سے یاد کیا جاتا ہے۔ غریب، نادرا اور عیش و عشرت سے بے نیاز افراد یہاں قیام کرتے تھے۔ اس ادارے کی ابلاغی اہمیت کئی پہلو سے اجاگر نظر آتی ہے۔ مثلاً پیغمبر اسلام ﷺ کا روزانہ اصحابِ صفہ سے ملاقات کرنا اور ان کو صبر و تلقین کے علاوہ مختلف اسلامی احکام سے روشناس کرنا، بطور شخصیت آپؐ کی گفتگو، اندازِ تکلم، اندازِ خطابت اور دیگر فردی پہلو اصحاب صفہ کے سامنے کھلی کتاب کی طرح ہوتے تھے۔ دنیاومافیہا سے بے خبر ان افراد کی ذہنی تربیت کی ذمہ داری براہِ راست پیغمبر اسلام ﷺ پر تھی یہی وجہ ہے کہ آپؐ ان سے اپنے تعلق کو مضبوط سے مضبوط بناتے تھے۔ اس سلسلے میں اصحاب صفہ سے باخبر رہنے کے لئے پیغمبر اسلام ﷺ نے باضابطہ ایک رابطہ کار مقرر کیا تھا۔ جب آپ ﷺ اصحاب صفہ میں سے کسی کو طلب فرمانا چاہتے تھے تو رابطہ کار کو اس پر مامور کرتے تھے۔ (۱۶)

غزوہ خندق کے بعد اسلامی ریاست میں ابلاغ کا ایک اور طریقہ کار وضع ہوا۔ ریاست کی توسیع اور آبادی میں اضافے کے خدشے کے پیش نظر سربراہِ مملکت کی طرف سے حکم ملا کہ اب نئے آنے والے افراد واپس اپنے گھروں کو لوٹ جائیں۔ اس حکم نامے میں دو مقاصد پوشیدہ تھے۔ پہلا: مدینہ کی شہری ریاست کو گنجان آباد بننے سے روکنا تھا، دوسرا: نئے مسلمانوں کا اپنے قبائل میں واپس جاکر رہنا اس لحاظ سے بھی مفید تھا کہ وہ وہاں دعوت و تبلیغ کا آغاز کرکے بیرونِ مدینہ اسلام کی اشاعت کرسکتے تھے۔ ہم سمجھ سکتے ہیں کہ اسلام کی نشریات واشاعت کے لئے سربراہِ ریاست نے ابلاغی عناصر میں سے ہر عنصر کو بوقت ضرورت استعمال کیا۔ کسی بھی پہلو کو استعمال نہ کرنے کی کوئی مثال یا توجیہ بظاہر تاریخ میں نہیں ملتی۔ کمزور سے کمزور ابلاغی پہلو جو اس زمانہ میں رائج تھا اور آج ہم غیر اسلامی کہہ کر نظر انداز کرنے کی جرأت کرسکتے ہیں، وہ پہلو شعری ابلاغیات کا تھا۔ عرب کے شعراء اس ابلاغی صنف کو ہجویات اور عشقیات میں صرف کرتے تھے۔ لیکن پیغمبر اسلام ﷺ نے اس صنف کو اسلامی کی ترویج و تشہیر کے لئے استعمال کیا۔ آغاز میں ہی آپؐ نے جہاں ریاست کے لئے ضروری لوازمات کو پیش نگاہ رکھا وہی آپؐ نے قریش کی زبانی کلامی پروپیگنڈہ مہم کے خلاف بھی تیاری شروع کردی۔ لہٰذا آپؐ نے اس محاذ کے لئے شعر وخطابت سے تعلق رکھنے والے افراد (صحابہ کرام) کو منتخب کیا۔ چنانچہ حسان بن ثابت، عبداللہ بن رواحہ اور کعب بن مالک نے اس محاذ کو پوری طرح سنبھالا اور قریش کی پروپیگنڈہ مہم کا مقابلہ کیا۔ (۱۷)

اسلامی ریاست میں اظہارِ رائے کی آزادی بھی بھرپور طریقے سے دیکھی گئی۔ سمجھنے اور سوال کرنے کی وہ پوری طاقت رعایا کے اندر موجزن تھی کہ بعض اوقات پیغمبر اسلام ﷺ کے بیان کردہ اقوال جو ذو معنی ہوتے تھے، کی وضاحت سوال کی صورت میں طلب کی جاتی تھی۔ بطور تمثیل ایک حدیث کا ٹکڑا بیان کرنا کافی ہوگا۔ ”اپنے بھائی کی مدد کرو ظالم ہو یا مظلوم“ رعایا کے پاس اظہارِ رائے کا بھرپور موقع تھا، فوراً سوال ہوا۔ مظلوم کی مدد تو ٹھیک لیکن ظالم کی مدد کیسے کریں؟ معلوم ہوتا ہے کہ ریاستی سربراہ اپنی رعایا کو بالکل ہی بلوغت کی منزل پر دیکھنا چاہتے تھے، بجائے کہ پیغمبر اسلام ﷺ کے چہرے پر خفگی کے آثار ظاہر ہوں، سکون اور تفاہم بھرے انداز میں جواب دیا ”ظالم کو ظلم سے روکنا ہی اس کی مدد ہے۔“ (۱۸) شروعاتی زندگی میں ہی اسلامی ریاست کی رعایا کا مجموعی رویہ اطاعت و تسلیمات کا تھا۔ وہ کسی بھی لمحے اور کسی بھی معاملے میں پیغمبر اسلام ﷺ کی اطاعت لازم سمجھتے تھے۔ ان کی آوازیں اپنے سربراہ مملکت کے سامنے ہمیشہ نیچی ہوتی تھیں۔ کبھی ایسا بھی ہوا کہ ان کی آواز پیغمبر اسلام ﷺ کی آواز سے خلاف معمول بلند ہوئی، قرآن مجید نے فوراً حکم امتناعی جاری کردیا کہ تمہاری آواز بلند نہیں ہونی چاہیے۔ وہ فرطِ ادب سے پیغمبر اسلام ﷺ پر گہری نظر نہیں ڈال سکتے تھے۔ اس کے باوجود کسی فرمان کی وضاحت یا تشریح کے لئے سوال کرنا اظہارِ رائے کا بہترین نمونہ تھا۔ یعنی ایک طرف ریاست کے سربراہ کی حد درجہ تعظیم تھی تو دوسری طرف اپنے موقف کا اظہار بھی بھرپور طریقے سے ہوتا تھا۔

بنیادی طور پر مدینہ کی شہری ریاست کے ہر فرد کو تبلیغی روش کی طرف راغب کرنے والا اصل محرک ایک تو خود پیغمبر اسلام ﷺ کی ذات تھی اور دوسرا بڑا اور بنیادی محرک وحی الٰہی کی جزئیات تھیں جن کا نچوڑ آج قرآن مجید کی صورت میں ہمارے درمیان موجود ہے۔ مبادیات کی حیثیت سے قرآن اور پیغمبر اسلام ﷺ کا یہ تحریکی عمل نہ صرف اسلام کی تشہیر وترویج کا باعث بنا بلکہ اس تسلسل کو برقرار رکھنے کے لئے ابلاغ جیسا راستہ بھی متعین کر گیا۔ عصر حاضر کی اسلامی ریاستیں بھی ابلاغیات کی ترتیب وتدوین کے سلسلے میں انہی دو مبادیات کی محتاج ہیں۔

حوالہ و حواشی

(۱) البلاذری، احمد بن یحییٰ، انساب الاشراف، ج۱، دارالمعارف بمکہ، س ن، ص:۲۵۷

(۲) نعمانی، علامہ شبلی، سیرت النبیؐ، ج۲، آر زیڈ پیکجز، لاہور، ۱۴۰۸ھ، ص:۱۷

(۳) السمہودی، نورالدین علی بن احمد، وفاء الوفاء باخبار دار المصطفیٰ، ج۱، دارالکتب العلمیہ بیروت، ۱۹۷۱ء، ص:۱۳۲

(۴) ابن ہشام، لابی محمد عبدالمالک، سیرۃ النبی، ج۲، دارالصحابہ للتراث، بطنطا، ۱۴۱۶ھ بمطابق ۱۹۹۵ء، ص:۱۲۹، ۱۲۶

(۵) العمری، ڈاکٹر اکرم ضیاء، المجتمع المدنی فی عهد النبوة، المملكة العربيه السعوديه، الجامعة الاسلاميه بالمدينة المنورة، ۱۴۰۳ھ بمطابق ۱۹۸۳ء، ص:۱۰۷

(۶) ابن ہمام، ابی بکر عبدالرزاق الصنعانی، المصنف، ج۵، المکتب الاسلامی، بیروت، ۱۳۹۰ھ بمطابق ۱۹۷۰ء ص:۳۴۳

(۷) العسقلانی، احمد بن علی بن حجر، فتح الباری بشرح صحیح البخاری، ج۵، باب: الشروط فی الجہاد، حدیث: ۲۷۳۱-۲۷۳۲، دارالمعرفۃ، بیروت، ۱۳۷۹ھ، ص:۳۳۰

(۸) الجوزیہ، ابی عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، ج۱، (مترجم: عبدالرزاق ملیح آبادی)، مکتبہ محمدیہ، لاہور، ۲۰۱۱ء، ص:۸۵ تا ۸۷

(۹) ابن کثیر، حافظ ابوالفدا عماد الدین دمشقی، البدایہ والنہایہ، ج۳، داراحیاء التراث العربی، ۱۹۸۸ء، ص:۱۰۴

(۱۰) ابن جوزی، زاد المعاد فی ھد خیر العباد، محولہ بالا، ص:۸۸

(۱۱) العصفری، ابی عمر و خلیفۃ بن خیاط شباب، کتاب الطبقات، مطبعۃ العانی بغداد، ۱۳۸۷ھ بمطابق ۱۹۶۷ء، ص:۳۱۲

(۱۲) الجوزیہ، ابی عبداللہ شمس الدین محمد بن ابی بکر، زاد المعاد فی ھدی خیر العباد، محولہ بالا، ص:۸۵

(۱۳) ایضاً

(۱۴) "الناس رجلان: عالم و متعلّم هما فی الاجر سواء ولا خیر فیما بینهما من الناس"

← الھیثمی، حافظ نورالدین علی بن ابی بکر، مجمع الزوائد و منبع الفوائد، ج۲، رقم: ۴۹۸، دارالمامون للتراث، بیروت، ۱۴۱۱ھ بمطابق ۱۹۹۱ء ص:۲۳۷

(۱۵) ابی الحسن بن علی المسعودی، مروج الذھب و معادن الجوھر، ج۲، المکتبۃ العصریۃ، بیروت، ۲۰۰۵ء، ص:۲۲۰

(۱۶) شافعی، ابونعیم احمد بن عبداللہ اصفہانی، حلیۃ الاولیاء، حصہ اول، دارالاشاعت، کراچی، ۲۰۰۶ء، ص۲۹۸ تا ۳۰۶

(۱۷) الراشدی، مولانا زاہد، جہاد کا مفہوم اور دور حاضر میں اس کے تقاضے، ماہنامہ محدث، ج۳۴، شمارہ۶، مجلس التحقیق الاسلامی، لاہور، جون ۲۰۰۲ء، ص:۶۸، ۶۷

(۱۸) "انصر أخاك ظالما أو مظلوما قالوا يا رسول الله هذا ننصره مظلوما فكيف ننصره ظالما قال تأخذ فوق يديه" اپنے ظالم یا مظلوم بھائی کی مدد کرو، لوگوں نے عرض کیا یارسول اللہ مظلوم کی مدد کرنا تو سمجھ میں آتا ہے لیکن ظالم کی کس طرح مدد کریں؟ آپ نے فرمایا: اس کا ہاتھ پکڑو (یعنی اس کو ظلم سے روکو) بحوالہ:

← ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل بخاری، صحیح بخاری، ج۴، (مترجم: مولانا محمد داؤد راز)، مرکزی جمعیت اہل حدیث ہند، ۲۰۰۴ء، حدیث: ۲۴۴۴،

← احمد بن حنبل، المسند، جلد ہفتم، (مترجم: مولانا محمد ظفر اقبال)، مکتبہ رحمانیہ، لاہور، س ن، حدیث: ۱۱۹۷۱، ص:۲۹۸